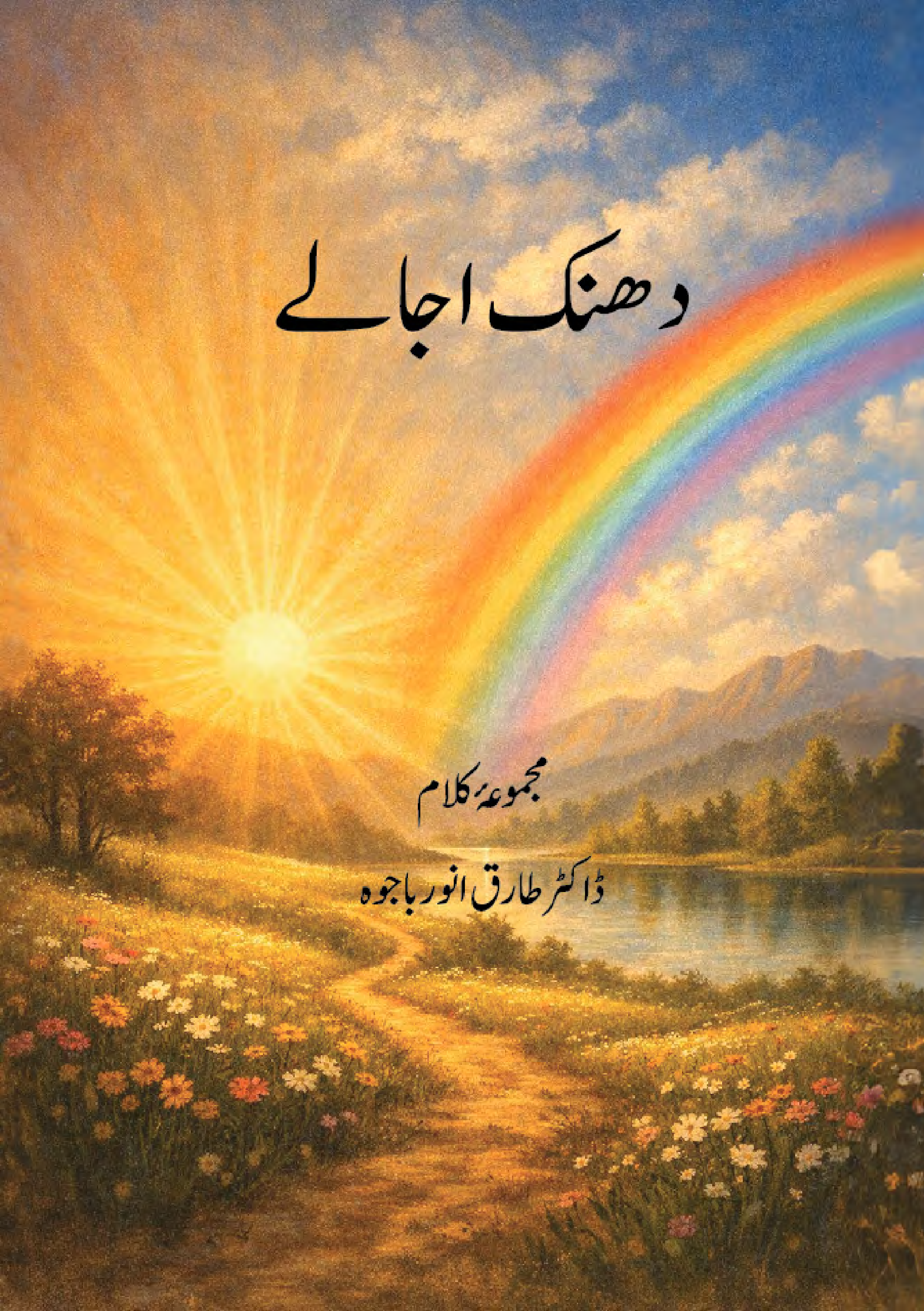


دھنک اجالے

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

دھنک اجالے

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : دھنک اجالے (18)

﴿کلام جنوری سنہ ۲۰۲۵ تا مارچ سنہ ۲۰۲۵﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۵

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : عامر ملک

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ

انتساب

اپنی دو بہنوں کے نام

جو دونوں ہی اللہ کی نیک بندیاں اور اس کی مخلوق سے ہمدری رکھنے والی تھیں ۔میرے بہن شہناز قمر عرف بلاّ باجی اور بھابی امتہ الشّکور عرف قندیلہ ،بیگم میجر عمر ہاشمی جو اس سال یکے بعد دیگرے ہم سے رخصت ہو کر اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئیں۔ اللہ ان کے درجات بلند فرماتا رہے آمین !



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ترتیب

پیش لفظ

ڈاکٹر طارقؔ انور باجوہ کی روانیٔ طبع کا موج در موج موتی بکھیرنے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مختصر سے عرصے میں یہ "دھنک اجالے" کے نام سے شائع ہونے والا اٹھارواں مجموعۂ کلام ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی سخنوری کا معیار بدستور بلند رکھا ہے۔ آپ تمام اشعار کا مطالعہ کر لیں، آپ کو کہیں بھی کوئی ادبی جھول نظر نہیں آئے گی۔ ان کی قدرتِ کلام اور مختلف بحروں اور اصنافِ شاعری میں ان کی شاعرانہ دسترس اور مہارت ایک گونہ اپنی آن بان اور شان رکھتی ہے۔

یہ بات بھی اہم ہے جو ان کی شاعری کو ممتاز کرتی ہے کہ وہ روایت کا دامن کہیں نہیں چھوڑتے اور اس کے ساتھ اپنی ندرتِ طبع کو اجاگر کرتے رہتے ہیں۔

ہر شاعر تخلیق نگاری کے علاوہ اپنے اندر ایک تنقید نگار بھی رکھتا ہے جو اسے الفاظ کے چناؤ اور ان کے در و بست کے سنوارنے اور نکھارنے کی رہنمائی کرتا ہے۔ جناب ڈاکٹر طارقؔ انور باجوہ کے ہر سخن میں آپ کو ان کی انتقادی اور انتخابی صلاحیّت نمایاں نظر آتی ہے۔

اُن کے اس مجموعے "دھنک اجالے" کے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

سوتے سوتے خواب دیکھیں کب تلک
زندگی لیتی ہے اب انگڑائیاں

شب کی دلہن نے بھری تاروں سے مانگ
یاد آتی ہیں اسے شہنائیاں

کچھ آج رنگ و روپ میں نکھرے ہوئے سے ہو
اس نے قریب آنے کا وعدہ کیا ہے کیا

اشک روکا تو بہت ، آ ہی گیا مژگاں پر
ہم نے آنکھوں میں بسایا تھا ستارہ کر کے

یہ کتاب اُن کی شاعرانہ اپچ کی پوری طرح آئینہ دار ہے۔

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ

۲۹ اکتوبر ۲۰۲۵

اظہارِ تشکّر

الحمدللّٰہ کہ اپنا شعری مجموعہ ”دھنک اجالے“ پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس سے پہلے میرے سولہ مجموعہ ہائے کلام کو جس طور سے پذیرائی ملی، اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ اپنی پہلی کتاب ” لبِّ لباب “ کی ابتدا میں ، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰ء، ۲۵ رمضان المبارک ، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر گہرا اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کُھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض اس کی طرز یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوا دی۔ لیکن اس وقت یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے شاعری سکھا دی ہے اور اب میں آسانی سے شعر کہہ پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تاکہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں

ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالٰی کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمد للہ

" لبِّ لباب " میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس میں سے غزلیات کا حصّہ الگ کر کے "چاک دامانِ جنوں" کے نام سے شائع کیا گیا۔ میری تیسری کتاب، جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت "ہم قدم دم بدم" تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

"در آئینہ صفِ دوستاں" میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا۔ "نصیبِ چارہ گری" میں یکم جولائی ۲۰۲۱ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۱ اور "باز گشت" میں یکم اکتوبر ۲۰۲۱ سے ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہوا۔ "پیتم بِن مَن سُونا" میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۲۔ آٹھویں مجموعہ میں یکم اپریل سے ۳۰ جون ۲۰۲۲ تک اور نویں "مجموعہ سرنامۂ نور" میں یکم جولائی ۲۰۲۲ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۲ تک کا کلام شامل ہے۔۔ دسواں مجموعہ خلافت سے متعلّق کلام پر مشتمل ہے جبکہ "ایک اور ایک گیارہ" اکتوبر ۲۰۲۲ سے لے کر اگست ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ " بَرشِگالِ نُور " ستمبر ۲۰۲۳ سے لے کر دسمبر ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ "گمان سے یقین تک" جنوری تا مارچ ۲۰۲۴ اور مجموعہ "رنگِ وفا دیکھو تو" اپریل تا جون ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔ "آئینہ ابرار کا" تیرھویں اور چودھویں مجموعے کی چنیدہ غزلیں اور نظمیں الگ کر کے تیّار کی گئی ہے۔ اسی طرح

سولہواں مجموعہ سخن سمندر تیرھویں اور چودھویں مجموعے کی صرف غزلوں پر مشتمل ہے۔ سترھواں مجموعہ "منّت کشِ دعا" جولائی ۲۰۲۴ سے دسمبر ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔ اور یہ اٹھارواں مجموعہ "دھنک اجالے" جنوری ۲۰۲۵ سے مارچ ۲۰۲۵ کے کلام پر مشتمل ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرمادیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی ان کا ہی تجویز کردہ ہے۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی مفصّل رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ہر بار ایک خوبصورت پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے، مبارک احمد صدیقی صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّراحمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب پر نہ صرف رائے کا اظہار فرمایا بلکہ ہر دفعہ ایک خوبصورت نظم سے بھی نوازا۔ اللہ ان سب کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ۔لندن

غزلیات

و

دیگر کلام

مناجات

میں ترا بندہ خدایا تُو مری جاں کی پناہ
ہے گناہوں سے بھرا دامن ، کھڑا ہوں رو سیاہ

مطمئن کر دے جو بندے کو ہے وہ تقویٰ کی راہ
راہِ تقویٰ پر نہیں آسان گو چلنا صد آہ!

قرب اپنا کر عطا ، سارے گنہ کر دے معاف
میں رعایا ہوں تری ، تُو ہی تو میرا بادشاہ

ہیں کنارے آگ کے ظالم اسے لے کر کھڑے
گر نہ تیرا رحم ہو گا ، ہو گی سب دنیا تباہ

جاہلوں سے واسطہ ہے ان کو سمجھاؤں میں کیا
جانتا ہے تُو مرا ان سے نہیں ہوتا نباہ

آگ سے بچنے کا دیتا ہے ہمیشہ مشورہ
بارہا قرآن میں تُو نے دیا ہے انتباہ

تیرا اک بندہ ترا پیغام ہے پہنچا رہا
کب سے اُس نے تو صدا دی ، خود ہے تُو اس پر گواہ

سب دعائیں میری سن لے ، اے مرے مولا بچا
یہ نہ ہو احساس طارقؔ کو ، کہا سب خواہ مخواہ

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

تجھ پہ قربان مری جان ، مدینے والے
تجھ پہ کامل مرا ایمان ، مدینے والے

زیب لَو لاکَ لَما کا تجھے دیتا ہے خطاب
سوچ سے اونچی ہے تری شان ، مدینے والے

دین کامل ہوا ، اتری جو کتابِ فرقاں
تجھ پہ نازل ہوا قرآن ، مدینے والے

ہے ابد تک ترا قانونِ شریعت جاری
ہے خدا کا یہی فرمان ، مدینے والے

دشت سر سبز ہوئے جس کی بدولت سارے
تُو وہ رحمت کا ہے باران ، مدینے والے

رب کو پہچانو گے خود کو ہے اگر پہچانا
تجھ کو حاصل ہے یہ عرفان ، مدینے والے

لاجَرَم ختم ہوئیں نعمتیں تجھ پر ساری
اب ترا جاری ہے فیضان ، مدینے والے

مدح میں تیری قصیدے کہے جس نے آقا
ہے ترا مہدیٔ دوران ، مدینے والے

معرفت جس نے تری پائی ، وہ دیوانہ ہوا
اُس کو حاصل ہوا وجدان ، مدینے والے

جس کی سیرت میں نظر آئے ترا قول و عمل
پیش کرتا ہے وہ برہان ، مدینے والے

تُو محبّت ہے سراپا ، تو یہ نفرت کیسی
اُس پہ حیران ہیں انسان مدینے والے

ہے محبّت کا تقاضا ترے اسوے پہ چلیں
کاش سمجھیں یہ مسلمان مدینے والے

❀❀❀

متفرق شعراء

خلافت... قدرتِ ثانیہ

روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 28 جنوری 2025ء

قدرتِ اوّل کے بعد آئی، خلافت کی بہار
تھی خبر یہ بھی کہ اب، آتی رہے گی بار بار

دوسری قدرت، مسیحاؑ کی خلافت کا ظہور
فیض پائیں گے، خلیفہ پر ہوا جن کا مدار

لوگ سو باتیں کریں، ہم کو خلافت ہے عزیز
ہم ہوئے اس پر فدا، ہے جان و دل اس پر نثار

دودھ میں مائیں پلاتی ہیں محبّت کی شراب
ماؤں سے بڑھ کر، خلافت سے ہوا، بچوں کو پیار

ہر طرف ناکامیوں نے ڈھیر ان کو کر دیا
دشمنوں نے گرچہ تدبیریں تو کی ہیں صد ہزار

فتح و نصرت ہے مقدّر میں خلافت کے ہمیش
اور مخالف کے لیے ذلّت لکھی ہے بے شمار

ہے پریشانی عیاں اب ان کے چہرے سے ہوئی
دُور جا کر، گل نظر آتی ہے اب تاریک و تار

دشتِ ویراں اک طرف جس پر برستی نار ہے
اک طرف گلشن ہے، رونق ہے جہاں لیل و نہار

جو ہیں وابستہ خلافت سے بشارت ہو انہیں
گِرد ان کے ہے، حفاظت کو فرشتوں کا حصار

جان جائیں گر خلافت کی اطاعت کے فیوض
اس کے ہاتھوں پر کریں بیعت سبھی دیوانہ وار

ہم ہیں خوش قسمت جو طارقؔ، اس کے دَر پر آ پڑے
اس کی خاطر دل دھڑکتے ہیں جو ہو کر بے قرار

❀❀❀

شانِ قرآنِ مجید

" قلزمِ الفت میں لہروں کی روانی دیکھ کر "
گھل گئی نفرت ، کسی کی مہربانی دیکھ کر

کیا نہیں دیکھا ہے تم نے معجزہ قرآن کا
لائے ایماں یہ صحیفہ آسمانی دیکھ کر

اس کے ہو جاؤ گے عاشق ، پاؤ گے عرفان بھی
غور سے اس کو پڑھو گے جب معانی دیکھ کر

اور ہوں گی وہ کتابیں ، دیں جو نفرت کا سبق
یہ محبّت کی کرے ہے ترجمانی دیکھ کر

کون مانے گا سراسر جھوٹ پر مبنی مواد
دل ہو کب قائل کوئی باطل کہانی دیکھ کر

تم فقط ثابت کرو قرآں سے عیسیٰ کی وفات
کون مانے گا خدا عیسیٰ کو فانی دیکھ کر

جب براہیں ساتھ ہیں تیرے تو رکھ دھیما مزاج
اعتبار آئے گا کیا ، شعلہ بیانی دیکھ کر

کیا یقیں رکھتے ہو طارقؔ تم ، نہ بخشے گا خدا ؟
رحم وہ کھائے گا تجھ کو پانی پانی دیکھ کر

یومِ مسیحِ موعود پر۔۔۔

اسلام احمدیت ، نعرہ ہوا ہمارا
احمد مسیح مہدی ہے رہنما ہمارا

یہ معرفت کے نقطے ، جادو بیان احمد
ہم تیرے ہو گئے ہیں ، تُو ہو گیا ہمارا

ہم تو بھٹک ہی جاتے ، تُو نے ہی یہ بتایا
ہے مستقیم رستہ ، دینِ ہدیٰ ہمارا

تجھ سا نہ دیکھا عالِم ، دیکھا تمام عالَم
قرآں کی روشنی دی ، تُو ہے دیا ہمارا

سیلاب میں گھرے تھے تُو نوح بن کے آیا
کشتی میں تیری بیٹھے تُو ناخدا ہمارا

بیمار دل سبھی تھے تُو بن گیا مسیحا
تجھ سے شفا ہے پائی ، دل جب دُھلا ہمارا

تجھ سا نہ دیکھا عاشق، محبوبِ کبریا کا
ایسا قصیدہ لکھا، دل لے گیا ہمارا

دلبر وہ تیرا احمد ، نام اس کا ہے محمدؐ
خاتم وہ انبیا کا ، ہے پیشوا ہمارا

طارقؔ ہے خوش نصیبی ، قدموں میں آ گئے ہیں
مہدی کا ہے خلیفہ اب رہنما ہمارا

نظم

" خدا کا پیارا مسیح و مہدی تو آ گیا ہے قبول کر لو"

خدا کا پیارا مسیح و مہدی تو آ گیا ہے قبول کر لو
وہ کب سے اترا ہے آسماں سے قبول اس کا نزول کر لو

کہا گیا تھا جو استعارے میں نامِ احمد وہ لے کے آیا
تمہاری مرضی دلوں میں راسخ ، عقیدہ کوئی فضول کر لو

تم اپنی تاریخ پڑھ کے دیکھو ، نبی کی ہوتی مخالفت ہے
کہیں نہ بھیجا گیا خدا سے ہو جھوٹا کہنے کی بھول کر لو

اب آیا موسم بہار کا ہے ، تمہارے ہاتھوں میں فیصلہ ہے
چمن سے پھولوں کو مت ہٹاؤ ، نہ سنگ اپنے ببول کر لو

یہ مانا دشوار فیصلہ ہے نیا ہے آیا جو رہنُما ہے
بغیر منزل کے گر ہے چلنا ، امام اپنے جہول کر لو

تو وقت اس کا جو آ گیا تھا ، نہیں وہ آیا کوئی تو آتا
اسے نہ مانو تو بعد اس کے دلوں کو اپنے ملول کر لو

نہیں یہ ممکن کہ نفرتوں سے دلوں میں الفت کا بیج بوئیں
اگر یہ چاہو تو خوں میں اپنے محبّتوں کا حلول کر لو

ہے دیر تک دور دور دیکھا، نہ آئی منزل نہ سیدھا رستہ
خرد کی باتیں سنو تو جلدی ہمارے اندر شمول کر لو

ضمیر دیتا ہے جو ہدایت، عمل اسی پر ہے کامیابی
بغور اس کی سنو ہمیشہ یہ زندگی کا اصول کر لو

یہی ہے گر زندگی کا مقصد تو جان دے کر بھی پاؤ طارقؔ
سکون دل کا جو چاہتے ہو ، رضائے رب کا حصول کر لو

محبّت کے تقاضے ہم نبھا لیتے تو اچھا تھا
وفا کر کے تجھے اپنا بنا لیتے تو اچھا تھا

حجاب اپنوں سے تو اتنا کبھی اچھا نہیں ہوتا
نہاں تھے زخم کتنے گر دکھا لیتے تو اچھا تھا

عیاں تم پر اگر کرتے نہ اپنی بےقراری ہم
ذرا سا صبر کا مرہم لگا لیتے تو اچھا تھا

دکھائے حسن کے جلوے جو تو نے ہر طرف اپنے
فراست کی نظر ان پر جما لیتے تو اچھا تھا

بھلا ایسی کمائی کیا کہ جس کو چھوڑ جانا ہے
جو آتی کام وہ روزی کما لیتے تو اچھا تھا

کوئی نغمہ، غزل کوئی یا کوئی گیت اچھا سا
کبھی تعریف میں اس کی بھی گا لیتے تو اچھا تھا

بہت سی داستانوں میں کیا تھا ذکر اوروں کا
کبھی اپنی کہانی بھی سُنا لیتے تو اچھا تھا

اُٹھایا لطف ہم نے کھانے پینے ، سیر کرنے کا
مدد کر کے ، کسی کی گر ، مزا لیتے تو اچھا تھا

ہمارے سامنے آ کر اگر روٹھے ہی رہنا تھا
ستم یہ دُور ہی سے ہم پہ ڈھا لیتے تو اچھا تھا

ہمیں معلوم ہے کچھ دیر ٹھہرے تو تھے دم لینے
یہاں بھی اک مکاں اچھا بنا لیتے تو اچھا تھا

ہمارے دوستوں نے بھی گزاری عمر غفلت میں
اگر سوئے ہوؤں کو ہم جگا لیتے تو اچھا تھا

بہت سا وقت ضائع کر دیا بےکار بحثوں میں
سمجھ والے کسی سے مشورہ لیتے تو اچھا تھا

بڑا تم پر کرم طارقؔ رہا ہے زندگانی میں
مصیبت میں کسی کا دکھ بٹا لیتے تو اچھا تھا

ہماری تو یہی خواہش رہی وہ رام ہو جائے
کہیں پہلے نہ اِس سے زندگی کی شام ہو جائے

چمن والوں نے مل کر خود کو خوشبو سے سنوارا ہے
مرے محبوب کا شاید وہ رستہ عام ہو جائے

یہ ہم جو رات دن بیٹھے اسی کے در پہ رہتے ہیں
نظر اس کی جو پڑ جائے ، ہمارا کام ہو جائے

تمنّائیں ہمیشہ سے یہ دل نے پال رکھی ہیں
وہ آئے صبح بیٹھے ساتھ ، ایسے شام ہو جائے

کبھی پیچھے سے آ کر ، وہ مرے کانوں میں یہ کہہ دے
میں کب سے سوچتا تھا شب تمہارے نام ہو جائے

مرا اغیار سے شکوہ بجا ہے بے وفائی کا
مگر یہ کیا کہ اپنوں سے گلہِ ہر گام ہو جائے

محبّت نے رُخِ گل کو نکھارا ہے مگر بلبل
صدا دیتی ہے اب بھی عاشقی ناکام ہو جائے

یہیں طارق ابھی تک میکدے میں رات ڈھلتی ہے
اگر بیٹھے رہو کچھ دیر اور اک جام ہو جائے

مرے دُکھوں سے اسے کوئی واسطہ ہی نہیں
مرا جو اس سے کبھی رابطہ ہوا ہی نہیں

میں گن بھی لوں سبھی لہریں جو آ کے ٹکرائیں
سمندروں کو تو ساحل کا کچھ پتہ ہی نہیں

فراقِ یار مجھے کاٹنے کو دوڑتا ہے
مگر یہ درد کبھی اس کو کاٹتا ہی نہیں

نہ جانے کونسے احساں کا میں نے ذکر کیا
ملیں ہیں نعمتیں اتنی میں جانتا ہی نہیں

جنونِ عشق میں سودا کیا ہے جو میں نے
یہ کیسا دل ہے خرد کی جو مانتا ہی نہیں

کسی کی چشمِ حسیں نے ہے یہ پیام دیا
نہیں بصیر جو وہ ، نُور یافتہ ہی نہیں

میں کیسے عدل کے عنواں پہ اس سے بات کروں
کہ جس کی زندگی میں کوئی ضابطہ ہی نہیں

سکون ڈھونڈنے نکلو تو آزمانا اسے
جو اس کا ہو وہ کوئی فکر جانتا ہی نہیں

مجھے تو شکر ہے واجب، غلام ہوں اس کا
وہ گر حساب کبھی مجھ سے مانگتا ہی نہیں

اسی جہان میں طارقؔ حساب جاری ہے
کہ جس حساب سے دل تیرا کانپتا ہی نہیں

نہیں تفریق کی جاتی فضیلت کی زمانوں میں
بڑھے جو خیر میں ، افضل ہیں ، اب ہوں یا پرانوں میں

محبّت کی زمیں پر تم کو اکثر یاد کرتا ہوں
تمہاری یاد لے جاتی ہے مجھ کو آسمانوں میں

عطا کرتی ہے اطمینان کی دولت ، تری قربت
نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزانوں میں

رواں رکھتی ہے مجھ کو وصل کی خواہش تری جانب
یہ پِیری میں وہ طاقت دے ، نہیں جو نوجوانوں میں

قلم کی روشنائی کھینچ دیتی ہے ترے خاکے
تبھی الفاظ ڈھلتے ہیں محبّت کے فسانوں میں

فنا فی اللہ کہاں سے لائے گا تیرا عدو طارقؔ
کہ ایسے دل نہیں تیّار ہوتے کارخانوں میں

تیرے در پر ہیں کھڑے تُو فضل کر تُو رحم کر
ہم کہ عاجز ہیں بڑے تُو فضل کر، تو رحم کر

نفسِ امّارہ کی یورش سے ہمارا حوصلہ
اے خُدا ، جب بھی لڑے ، تُو فضل کر تُو رحم کر

امنِ عالم کے لئے دُنیا میں انسانوں کے بیچ
جب بھی الجھن آ پڑے ، تُو فضل کر تُو رحم کر

آڑے وقتوں میں ہمیں تُو اپنی نُصرت سے نواز
کام کوئی نہ اَڑے ، تُو فضل کر تُو رحم کر

آج حق کی راہ میں اور تیری حب و چاہ میں
دَور بے شک ہیں کڑے تُو فضل کر تُو رحم کر

ایک مالا میں پروئے رکھ ہمیں پروردگار
جیسے موتی ہیں جڑے تُو فضل کر تُو رحم کر

باغباں بھی خوش رہے یا رب ہمارے باغ کا
ایک پتہ نہ جھڑے تُو فضل کر تُو رحم کر

❀❀❀

اُس کی آنکھوں نے بتا رکھا ہے
پیار جو دل میں چھپا رکھا ہے

وہ جسے چاہا نہیں بھر جائے
زخم مرہم سے جدا رکھا ہے

عشق جینے کا بہانہ ہے فقط
کیا بُرا اس میں بھلا رکھا ہے

ٹیس اندر سے سدا اٹھتی ہے
درد جس نے بھی دبا رکھا ہے

وہ سمندر نہیں، دل ہے جس نے
شور سینے میں مچا رکھا ہے

ہے تسلّی یہی طارق کہ اسے
دل کا احوال سُنا رکھا ہے

❀

کچھ آج زندگی میں ارادہ کیا ہے کیا
بس اُس کی بندگی کا ہی وعدہ کیا ہے کیا

تم کو جنونِ عشق نے دیوانہ کر دیا
تم نے بھی چاک اپنا لبادہ کیا ہے کیا

اس کی محبّتوں کا جو کرتے ہو تذکرہ
اس کی عداوتوں کا اعادہ کیا ہے کیا

دُکھ جھیلنے کا تم کو سلیقہ نہیں مگر
اس نے بھی ظلم آج زیادہ کیا ہی کیا

تم نے لگائے دل کی صفائی میں اتنے دن
تیّار خاص طور پہ جادہ کیا ہے کیا

دِکھتا نہیں جو بادہ و ساغر کا اہتمام
اتنا ہی بود و باش کو سادہ کیا ہے کیا

ہم تنگ راہ پر بھی چلے آتے شوق سے
کچھ دل کا راستہ بھی کُشادہ کیا ہے کیا

آنکھوں میں ہم بٹھا کے تمہیں لائے تھے کبھی
تم نے سفر یہ سارا پیادہ کیا ہے کیا

یوں بڑھ رہے ہیں غیظ و غضب میں جناب جو
کچھ ہم سے رُوٹھنے کا ارادہ کیا ہے کیا

کچھ آج رنگ روپ میں نکھرے ہوئے سے ہو
اس نے قریب آنے کا وعدہ کیا ہے کیا

طارقؔ تمہاری بات میں ہے شہد کی مٹھاس
تم نے کچھ اس غزل سے افادہ کیا ہے کیا

مسکراہٹ بانٹنے تم آؤ نا
آ کے محفل میں کبھی تم جاؤ نا !

یاد کے گہرے سمندر میں کبھی
تم اتر جاؤ تو واپس آؤ نا !

اک طلسماتی محل میں بیٹھ کر
گیت مدھم سُر میں کوئی گاؤ نا !

وقت کا مرہم بنے گا چارہ گر
جلد بھر جائیں گے پھر تو گھاؤ نا !

مصلحت دیکھیں اگرچہ لوگ سب
سچ کبھی کہنے سے تم شرماؤ نا !

مجھ کو تاریکی میں ٹھہرا دیکھ کر
راستے کی روشنی بن جاؤ نا !

صبح دم سورج کی کرنیں بن کے تم
خواب سے مجھ کو جگانے آؤ نا !

شام کو زینے پہ یوں ہی بیٹھ کر
تم کسی کی یاد میں کھو جاؤ نا !

دھیرے دھیرے چل رہی ہے زندگی
تیز پھر سے تم اسے دوڑاؤ نا !

ایک پل سے دوسرے تک فاصلہ
فاصلے آپس میں یوں بڑھاؤ نا !

چار دن ہی آپ کی قربت ملے
کچھ تو پورے ہوں گے میرے چاؤ نا !

تیرے بن طارقؔ ، بھلا کیسے رہے
میری یادیں مجھ کو یوں لوٹاؤ نا !

غزل

زندگی کا کوئی مقصد اس سے تو بہتر نہیں
آدمی کیوں آدمی کے کام آتا پر نہیں

کیا کبھی سوچا کسی نے زندگی اک دوڑ ہے
اپنے اپنے گھر میں بیٹھے چین سے کیونکر نہیں

اس نے میری داستاں سن کر عجب یہ بات کی
تم جہاں سے آ رہے ہو وہ تو میرا گھر نہیں

ہم تو جس گھر میں گئے سب ہی وہاں خوش باش تھے
تم ہوئے مایوس جس سے وہ تو اس کا در نہیں

مجھ کو جو بے چین پایا بارہا اس نے کہا
چین سے بیٹھو یہاں تم گھر میں ہو دفتر نہیں

ہو گئے حیران جو دیکھا تماشا روز ہی
پوجتے ہیں اپنی خواہش کو خدا کا ڈر نہیں

گردوارے، مسجدیں مندر کلیسا ہیں یہاں
آنکھ پر ہوتی خدا کے سامنے بھی تر نہیں

آ کے ساقی نے یہ بتلایا ہے جھوٹی ہے خبر
میکدے میں اب کوئی جام و سبو ساغر نہیں

جبّہ پوشوں نے سنبھالا ہے جو اب ایمان کو
اب کسی کو دِیں کے بنیادی سبق ازبر نہیں

ابتدائے عشق میں گزرے تھے ہم جس دور سے
آج کانٹے پھول ہیں کیا ، راہ میں پتھر نہیں

طارق اب جاتے کہاں ہو بات پوری تو سنو
تم تو کہتے تھے ہے مسجد دل مرا، مندر نہیں

❀❀❀

عادت ہمیں جو پڑ گئی ہے تیرے پیار کی
اب ہر گھڑی کٹھن ہوئی ہے انتظار کی

پھر سے ترے وصال کا سامان جلد ہو
آقا ! دعا ترے لئے دیوانہ وار کی

پھر آ گئے وہ دن جو گزرتے تھے تیرے ساتھ
ہے دید جن دنوں میں تری بار بار کی

تیری حسین یادیں بڑھاتی ہیں اضطراب
دھڑکن یہ کون تھامے دلِ بے قرار کی

گلیاں چمن کی تیرے بنا سب اداس ہیں
گلشن نے اپنے گِرد ہَوا سوگوار کی

کلیوں کو مُسکرانے کا پھر حوصلہ ہوا
خوشبو کو روک پائی ہے کیا باڑ خار کی

آئے گا تُو تو گائیں گے نغمے بہار کے
گونجے گی تیری بستی سے آواز پیار کی

بھر جائے گی جو نعرۂ تکبیر سے فضا
ہوں گی رسا دُعائیں تہجّد گزار کی

طارق رہی ہے دل کی تمنّا یہی سدا
آ جائے اک صدا ہمیں رِضوانِ یار کی

❀❀❀

غزل

آنکھ بھیگی ہے ، جدائی کا اشارہ کر کے
کیسے جی پائیں گے ہم اُس سے کنارہ کر کے

اُس نے غیروں پہ کِیا تکیہ، تو مایوس ہوا
ہم کو بھی دیکھتا کچھ دیر گوارا کر کے

ہو گیا جب سے جواں ہم سے ہُوا ہے بَرہَم
ہم نے پالا تھا جسے راج دلارا کر کے

اشک روکا تو بہت ، آ ہی گیا مژگاں پر
ہم نے آنکھوں میں بسایا تھا ستارہ کر کے

جس کی پاداش میں راضی وہ ہوا ہے ہم سے
ہم تو خوش ہوں گے وہی جرم دوبارہ کر کے

جس کو خود اپنے مقدّر سے گلہ رہتا ہو
کب تلک بیٹھیں گے ہم اُس پہ سہارا کر کے

سوچتا ہوں کہ پھر اک بار مُلاقات کروں
دل نہیں لگتا بنا اس کے ، گزارا کر کے

اس لئے بھی تو نہیں نام زباں پر لائے
حرف آئے نہ کہیں اس پہ ، ہمارا کر کے

اک رسالے نے کبھی میری غزل چھاپی تھی
میں نے رکھّا تھا اسے خاص شمارہ کر کے

یوں نہ حیرت سے مرے لہجے کو دیکھو طارِقؔ
اُس کو بتلاؤ کہ اپنایا ، تمہارا کر کے

غزل

ترا خیال جو یادوں کو گدگداتا ہے
کبھی ہنساتا ہے ، پھروں کبھی رُلاتا ہے

چلے گئے ہیں جو اٹھ کر ہماری محفل سے
حسین چہرے وہی سامنے وہ لاتا ہے

زمیں سے آسماں کی دوستی پرانی ہے
اسی لئے تو یہاں سے وہاں بُلاتا ہے

سُنا کے قصّۂ بزمِ طرب ، خُمار میں وہ
جہانِ نو کی ، کبھی سیر وہ کراتا ہے

وہ جس کے قبضے میں دونوں جہان ہیں مجھ کو
نہیں جو دیکھا ہے اب تک وہی دکھاتا ہے

اداس شام میں رنگینیٔ فلک دیکھو
پیام لے کے سحر کا ستارہ آتا ہے

نہیں ہے شکوہ زباں پر مری کوئی طارقؔ
ہر ایک رنگ خدا کا مجھے تو بھاتا ہے

غزل

توکّل کر کے مائیں ، آشیانوں سے اترتی ہیں
غذائیں ان کی خاطر پھر بہانوں سے اترتی ہیں

کسی خواہش پہ دل کے تار چھیڑے جا نہیں سکتے
یہ دل پر وارداتیں آسمانوں سے اترتی ہیں

جو عاشق ان کی خاطر کوہساروں پر پہنچ جائے
حسینائیں پہاڑوں کی چٹانوں سے اترتی ہیں

ضرورت میں کسی کے کام آ کر تجربہ کرنا
دعائیں کیسے کیسے آستانوں سے اترتی ہیں

کہو غزلیں اگر ایسی کسی کے دل کو چھُو جائیں
گلے سے پھر کئی شیریں بیانوں سے اترتی ہیں

کوئی مہتاب ہوتا ہے اثر انداز جب شب بھر
تو کرنیں چار سُو دل کے مکانوں سے اترتی ہیں

سنو طارقؔ توجّہ گر کرو تم کو سنائی دیں
صدائیں آسماں سے تو زمانوں سے اترتی ہیں

❀❀❀

غزل

دیے بجھا دیں مرے دُو بدو تھے سب مل کر
چھپا دیں حق کو مرے رُو برو تھے سب مل کر

" جب اپنے گرد مجھے کھودنی پڑی خندق "
مجھے مٹانے کے درپے عدو تھے سب مل کر

نگاہ ڈالی عقب میں جو زخم کھا کر تو
وہ میرے چاہنے والے کبھو تھے سب مل کر

میں لڑکھڑایا قدم ڈولے میں نے گھبرا کر
نشے میں دیکھا تو جام و سبو تھے سب مل کر

گرا ئے گنبد و مینار مسجدوں کے مگر
وہ اپنے زعم میں تو سرخرو تھے سب مل کر

مٹا کے آئے تھے کلمہ خدا کے گھر پر سے
بقول ان کے مگر جنگجُو تھے سب مل کر

خدا سے پیار کا دعویٰ جو رکھنے والے تھے
مقابلے پہ وہیں نیک خُو تھے سب مل کر

کہیں پہاڑوں کی چوٹی پہ منجمد طارقؔ
وہ قطرہ قطرہ بنے آب جُو تھے سب مل کر

❀❀❀

رمضان کے قیمتی لمحات۔۔۔

جانے کیا کیا دل ہے اپنے اندر راز چھپائے
سنو تو وہ ، سینے کی دیواروں سے سر ٹکرائے

ٹک ٹک کرتا لمحہ لمحہ ، ہر دم ساز بجائے
اس کی قدر کرو ، پہچانو ، وقت گزرتا جائے

مٹھی میں سے ریت نکل کر ہوا میں اُڑتی جائے
پل پل ، گھڑیاں بن کر ہاتھوں سے ہے نکلا جائے

بیتے وقت کی بیٹھے بیٹھے آخر یاد ستائے
اچھے سے جی لینے کی پھر ، من میں جوت جگائے

ہاتھ پہ ہاتھ نہ دھر کر بیٹھو طارقؔ آس لگائے
ہاتھ سے نکلا وقت اگر تو پھر کب مُڑ کر آئے

غزل

ماورا ہے آپ کی آواز ہر اک ساز سے
ہم بہل جاتے ہیں اکثر آپ کی آواز سے

کیجئے ، کچھ کیجئے جتنا بھی کیجے سوچ کر
ایک دنیا سوچتی ہے آپ کے انداز سے

مر مٹے جب یار کی خاطر تو پائی زندگی
کون ہے واقف جہاں میں زندگی کے راز سے

کھیلتا ہے جان پر ، بچوں کی خاطر وہ غریب
ورنہ لڑتا ہے ممولا کیا کبھی شہباز سے

آپ کے انکار سے کیا کیا قیامت ڈھے گئی
سر جھٹک کر اک اشارہ کر دیا جو ناز سے

دیکھ کر انجام طارقؔ ہو گئے حیرت میں گُم
کیا سنائیں داستاں ہم آپ کو آغاز سے

غزل

میں اپنے رب سے محبّت کی بات کرتا ہوں
ہر ایک شے پہ مقدّم ، وہ ذات کرتا ہوں

نہ میرے شوق کا تم امتحاں کبھی لینا
اسی کے در پہ سحر ، اس پہ رات کرتا ہوں

وہ مجھ سے بڑھ کے نہ چاہے کسی کو ، ہے خواہش
کبھی تو عقل میں ، بچوں کو مات کرتا ہوں

سکونِ قلب اسی آغوش میں ملے مجھ کو
سپرد اس کے حق و واجبات کرتا ہوں

وہی ہے پیار کی نظروں سے جو مجھے دیکھے
عجیب کیا ہے ، اگر التفات کرتا ہوں

وہ بخش دے گا یہ طارقؔ یقین ہے مجھ کو
وہی تو کہتا ہے میں معجزات کرتا ہوں

غزل

دل کے سارے میل ہٹا کے پھر مولا سے مانگ
خوشبو سے آنگن مہکا کے پھر مولا سے مانگ

اِس کعبے کے توڑ بتوں کو ، دل کو کر لے صاف
اپنا سارا زور لگا کے پھر مولا سے مانگ

خواہش اصل میں وصل کی ہے تو اس کے در پر جا
صدا لگا کے یا گا گا کے پھر مولا سے مانگ

پیچھے اس کے پڑ جائیں تو ہو گا کب انکار
گھر میں بیٹھ یا کعبے جا کے پھر مولا سے مانگ

جب تُو جانے تیری دعائیں ہوتی ہیں مقبول
دنیا کو چاہے بتلا کے پھر مولا سے مانگ

اس کے خزانے بھرے پڑے ہیں جو چاہو مل جائے
کس نے کہا ہے تُو شرما کے پھر مولا سے مانگ

وقت سے پہلے مانگ کہ تجھ پر ایسا وقت نہ آئے
مشکل آن پڑے گھبرا کے پھر مولا سے مانگ

طارقؔ اس سے ملنے کی رکھ دل میں ہر دم آس
مشکل ہو تو ہاتھ اُٹھا کر پھر مولا سے مانگ

غزل

ہجر و وصال ، غم خوشی ، مُدغم نہ کیجئے
اشکوں سے مسکراہٹوں کو نم نہ کیجئے

لائیں گے جا کے مرہمِ عیسٰی کہاں سے ہم
تیرِ نظر کے وار یوں پیہم نہ کیجئے

بھاتا ہے دل کو پوچھنا اس کی گلی کا حال
لیکن مزاجِ یار کو برہم نہ کیجئے

کوئے صنم کی راہ دکھاتا نہیں کوئی
پھر رہنما چراغ کو مدّھم نہ کیجئے

یہ جان کر وفات سے وابستہ ہے حیات
غم کو خوشی پہ کیسے مقدّم نہ کیجئے

مانا فرشتوں پر پڑے گی نگہِ التفات
جب تک خدا کے سامنے آدم نہ کیجئے

کہتے ہیں دل میں ہی رکھیں جذبات سب نہاں
لیکن بلند ہاتھ میں پرچم نہ کیجئے

دعویٰ ہے ان سے پیار کا طارقؔ مگر یہ کیا
ان کا جو ذکر کیجئے ہر دم نہ کیجئے

❁❁❁

غزل

کہیے جو دوسروں کو ، عمل اُس پہ گر نہیں
پھر ایسے وعظ و پند میں ہوتا اثر نہیں

ظلمت کے سائبان خود اوڑھے ہوئے ہیں لوگ
کیونکر گلہ ہے شہر میں ہوتی سحر نہیں

اپنوں کے ہاتھ سے ہمیں گھاؤ لگے ہیں سب
غیروں کے ہاتھ دیکھ لو ، تیر و تبر نہیں

دنیائے دلفریب کے دھوکے میں آ گئے
گو جانتے ہیں موت سے ہر گز مفر نہیں

اس زندگی کے پار ہے اک اور زندگی
وقفہ ہے ختم ہوتا وگرنہ سفر نہیں

تم کو یقین ہی نہیں دینا ہے سب حساب
اس فکر سے حیات جو زیر و زبر نہیں

طارقؔ گمان و وہم سے تم کو ملے نجات
کرتا ہے وہ مکالمہ تم کو خبر نہیں

❀❀❀

غزل بر مصرعِ طرح
" سپنے میں رات مجھ کو ملے جو شعاعِ نور "

سپنے میں رات مجھ کو ملے جو شعاعِ نور
کر دے مرے شعور کی سب ظلمتیں وہ دور

پردہ رہے نہ بیچ میں ، باقی نہ ہو حجاب
جلوہ فروز تُو ہو تو پُر نور ہوں صدور

مجھ کو نہ لن ترانی کی سننی پڑے صدا
بن جائے تخت دل مرا موسیٰ کا ہو جو طور

مجھ کو یقیں ہے دیکھ لیں تیری جو اک جھلک
پریوں کے چہرے ماند ہوں شرمائے تجھ سے حُور

ہو جاؤں عکس میں ترا ایسا کہ دیکھ کر
ہوں سجدہ ریز پھر سے فرشتے ترے حضور

ہو قلب مطمئن مرا ، ہو روح پُر سکون
ایسا ہو انبساط کہ پا جائے دل سرور

مجھ کو دکھا وہ راہ کہ جس پر ملے گا تو
میرے خدایا ہو چکا میں تو تھکن سے چور

ہر اک خطا مری ، مرے مولا تُو کر معاف
کر درگزر کہ بخش دے سارے مرے قصور

طارقؔ کچھ اس طرح سدھا ، مانوس تجھ سے ہوں
پھر جب بلائے تُو تو چلے آئیں سب طیور

غزل

دل ترا روشن کریں ظلماتِ شب
حاجتیں پوری کریں اوقاتِ شب

جب تلک ہو سامنے روشن ہو دن
چھپ گیا سورج ہوئے لمحاتِ شب

نور دکھلاتا ہے جب تک راستہ
کب ڈرا سکتے ہیں پھر جنّاتِ شب

چاند تارے ساتھ اس کے ہو لئے
آ گئی ہے اس طرح باراتِ شب

جانے کس جانب ہمیں لے جائیں یہ
جوش میں آ جائیں جب جذباتِ شب

ڈھونڈنے نکلے تھے جو لذّات کو
یہ نہ ہو گھیریں انہیں آفاتِ شب

عرش کے پائے ہلا دیں جا کے یہ
جب کبھی پہنچیں وہاں سجداتِ شب

دن کو جب ڈھونڈیں صراطِ مستقیم
کیوں نہ ہم حاصل کریں حسناتِ شب

قدر کی شب نے دیا پیغام یہ
ایک جیسے تو نہیں درجاتِ شب

خوب چہرے پر جو اطمینان ہے
دن کو آتے ہیں نظر اثراتِ شب

نشّہ دن بھر جو نہیں پورا ہوا
میکدے کو چل دیئے حضراتِ شب

ڈرتے ڈرتے دن گزاریں متّقی
کب انہیں لاحق ہوئے خطراتِ شب

غفلتوں کے گر اتاریں ہم لحاف
جاگ کر پائیں گے ہم ثمراتِ شب

ذکر ہم نے کر دیا تھوڑا بہت
اور گنوائیں گے کیا برکاتِ شب

رات بھر طارقؔ یہی کی ہے دعا
ڈھانپ لے مولا سبھی عوراتِ شب

غزل بر مصرعِ طرح
" تمہارا لمس جگاتا ہے پیار ہِردے میں "

تمہارا لمس جگاتا ہے پیار ہردے میں
تمہارا سب سے الگ ہے شمار ہردے میں

صنم کہا تھا کسی کو بھری جوانی میں
چھپا کے رکھا ہے تم نے غبار ہردے میں

سمجھ میں آتی ہے زردی تمہارے چہرے کی
اثر تو کرتا ہے اتنا خمار ہردے میں

چھپا کے رکھے ہیں تم سے کئی بہانوں سے
ہیں گھاؤ دیکھو تو کتنے ہزار ہردے میں

تمہارے لمس کی چاہت کی بے قراری ہے
کہ درد اٹھتا ہے اب بار بار ہردے میں

کہیں نہ بہہ اٹھے لاوا تری محبّت کا
ہے کوہ پھٹنے کا اب انتظار ہر دے میں

وہ لا علاج ہیں ، طارقؔ کرو گے کیا ان کا
چڑھا ہے بغض کا جن کو بخار ہر دے میں

❀❀❀

غزل

جانے کیوں ہم سے وہ بیزار نظر آتے ہیں
سب سے جو کرتے ہوئے پیار نظر آتے ہیں

چیر کر دل نہیں دیکھا ، انہیں مخلص سمجھوں
پیار کا کرتے جو اظہار نظر آتے ہیں

منتخب ہونے کے جو اہل نہیں تھے ٹھہرے
جیت کے پہنے ہوئے ہار نظر آتے ہیں

ابجدِ عشق سے واقف نہیں دیکھو ان کو
پیار کرتے وہ ریا کار نظر آتے ہیں

خود بخود دیں کے معلّم جو بنے پھرتے ہیں
کیا تمہیں صاحبِ کردار نظر آتے ہیں

سانس لینا بھی ہمارا ہوا دُو بھر ان کو
کیا شریفوں کے یہ اطوار نظر آتے ہیں

ہے سفر سچ کا جو درپیش تو ڈرنا کیسا
وہ جو حق پر ہوں سرِ دار نظر آتے ہیں

ناخدا پر نہیں کرتے ہیں توکّل رب پر
وہی بیڑے تو ہوئے پار نظر آتے ہیں

دھیرے دھیرے ہوئے پہلے سے نمایاں طارقؔ
خوب اب عشق کے آثار نظر آتے ہیں

غزل

پھول کلیاں رونقِ بزمِ گلستاں ہو گئیں
جل اٹھیں شمعیں جو کہتے تھے کہ پنہاں ہو گئیں

بر سرِ محفل ہوا کل رات کس کا تذکرہ
داستانیں جو پسِ پردہ تھیں عریاں ہو گئیں

مسکرا کر ہم نے جھیلے ہیں مصائب کے پہاڑ
جیسے کلیوں پر پڑیں کرنیں تو خنداں ہو گئیں

آرزوئے وصل اک تیری فقط باقی رہی
خواہشیں دل کی سبھی جب تجھ پہ قرباں ہو گئیں

مصر کے بازار میں قیمت لگی تھی اس کی کیا
یاں حسینائیں فدائے ماہِ کنعاں ہو گئیں

شکر کرنا ہے مجھے طارقؔ اسی درویش کا
جس کی باتیں، دافعِ صد بارِ عصیاں ہو گئیں

غزل

تیرا دل اس کی خشیّت سے جو دن رات ڈرے
کیسے ممکن ہے خدا تجھ سے محبّت نہ کرے

زیب دیتا نہیں انساں کی حکومت میں بھی
نہیں انصاف کرے کوئی ، کوئی اور بھرے

ابتلا کیسے الگ اس کو کرے گا کوئی
عشق سچا ہے تو چاہے گا اسی در پہ مرے

اس کو معلوم ہے کب کون کہاں کام آئے
جانتا ہے سبھی سکّے ، ہیں وہ کھوٹے کہ کھرے

اس کی دہلیز سے مایوس نہ جائے کوئی
ڈوبتے بیڑے سبھی دیکھے دعا سے ہیں ترے

تو یقیں رکھ ترا ایمان مکمّل ہے تو
اس کا ہو کر نہ کسی سے بھی کوئی بازی ہرے

وہ جو اللہ کے بندوں کو ستائے ناحق
باز آ جائے اسے کہہ دو تماشا نہ کرے

وصل ہر شخص کی خواہش ہے تو سوچو طارقؔ
چاہتا کون ہے محبوب سے جائے وہ پرے

غزل

دل میں نہ سمو لو گے تو کیا خاک جیو گے
"ماضی کو کریدو گے تو کیا خاک جیو گے"

اک بندۂ درویش کو غربت میں ستا کر
تم آہ سمیٹو گے تو کیا خاک جیو گے

اب تک تو برا وقت نہیں دیکھا ہے پیارو
صدمے کبھی جھیلو گے تو کیا خاک جیو گے

دو وقت کی روٹی کو ترستے ہوئے رہ کر
گاڑی کو دھکیلو گے تو کیا خاک جیو گے

مسجد کے مناروں کو گرانے تو چلے ہو
یوں آگ سے کھیلو گے تو کیا خاک جیو گے

معصوموں کے خوں سے ہیں رنگے ہاتھ تمہارے
یہ ہاتھ نہ دھو لو گے تو کیا خاک جیو گے

بچوں کو مدارس میں نہ چھوڑو ، ہو معلّم
ساتھ ان کو رگیدو گے تو کیا خاک جیو گے

مسلم ہو ، مساجد کے گرانے کے ہو درپے
آگے یہی بھیجو گے تو کیا خاک جیو گے

طارقؔ انہیں سمجھاؤ وہ کاٹیں گے جو بویا
نفرت کو جو سینچو گے تو کیا خاک جیو گے

❀❀❀

غزل

چھپتے پھرتے ہو جو نقابوں میں
جُرم کیا کیا ہوا ، شبابوں میں

وہ جو اس کے قریب رہتے ہیں
کیسے ہوں گے کبھی عتابوں میں

جس نے دیکھا نہیں کبھی اس کو
ڈھونڈتا ہے نشہ شرابوں میں

ہم نے دعویٰ کیا محبّت کا
لطف پایا ہے پھر عذابوں میں

وہ جو نورِ نگاہ رکھتے ہیں
دیکھتے ہیں اسے حجابوں میں

حسن اس کا مہ و گلاب میں ہے
اس کی آواز ہے رُبابوں میں

مثلِ کعبہ مقام ہے اُس کا
دیکھنا اس کا ، ہے ثوابوں میں

ہو گئے زیبِ داستاں قصّے
وہ جو منظوم ہیں کتابوں میں

اُس کے بارے میں سوچ کر لکھنا
وہ پڑھا جائے گا نصابوں میں

جانے کہتے ہیں لوگ کیا کیا کچھ
وہ جو سمجھے ہمیں خرابوں میں

کیا عذاب و ثواب اُس پر ہے ؟
جو لکھا جائے گا حسابوں میں

دل پہ گزرے گی کیا رقیبوں کے
بیٹھے ہوں گے جو ہم نوابوں میں

طائروں میں شمار ہے اپنا
اب جو پرواز ہے عقابوں میں

پھول کلیوں سے وہ الگ طارقؔ
اس کو ڈھونڈو کہیں گلابوں میں

”عذاب نازل ہو اب خدا کا ، جہالتوں نے اخیر کر دی“

عذاب نازل ہو اب خدا کا ، جہالتوں نے اخیر کر دی
حکومتوں نے کِیا بہت کچھ ، عدالتوں نے اخیر کر دی

گرائیں مینار مسجدوں کے ، یہ توڑیں محراب اور گنبد
ہے جنگ چھیڑی خدا سے دیکھو ، بغاوتوں نے اخیر کر دی

مٹائیں ماتھے سے جن کے کلمہ وہ گھر خدا کے بھی اب غضب سے
شریر ملّا کی ، دیں گواہی ، شرارتوں نے اخیر کر دی

کہیں ہجومِ ستم گراں نے ہے بے گناہوں پہ دھاوا بولا
کہیں پہ سرکار کے گدھوں کی حماقتوں نے اخیر کر دی

کہاں کا مذہب یہاں تو اسفل ترین اخلاق ہو گئے ہیں
نہیں ہے انسانیت ہی باقی ، شقاوتوں نے اخیر کر دی

محبّتوں کا پیام لائے خدا کے جو آخری پیمبر
انہی کا لے لے کے نام پیدا کیں نفرتوں نے اخیر کر دی

سبق سکھاتا ہے ماہِ رمضاں ، خدا کی خاطر ہے صبر کرنا
خدا کے بندوں کا صبر دیکھو اطاعتوں نے اخیر کر دی

یقیں ہے طارقؔ کہ آہِ مظلوم عرش کو بھی ہلا کے رکھ دے
مگر خدایا اس امتحاں کی طوالتوں نے اخیر کر دی

❀❀❀

غزل

ہم رب سے محبّت کرتے ہیں تو اس کو دعاؤں میں بدلیں
تعمیل کو اس کے حکموں کی ، ہم اپنی اداؤں میں بدلیں

انصاف نہیں، خوراک نہیں ، ننگے ہیں بدن ، پوشاک نہیں
وہ سوچ جو شیطانوں سی ہے ، اِن فرماں رواؤں میں ، بدلیں

پروان چڑھائیں قدروں کو، تعلیم کی ہم تعظیم کریں
تہذیب لباس میں ہو ، چادر کو سر کی رداؤں میں بدلیں

ہم سب کے بھلے کا سوچیں اگر ، ترجیح غریبوں کو دے کر
پھر جو بھی کام کریں گے ، کیوں ، لوگ اس کو خطاؤں میں بدلیں

خاموشی تو پیمانہ نہیں الفت کا ، اگر اظہار نہ ہو
دل میں جو محبّت رکھتے ہیں ، کیونکر نہ وفاؤں میں بدلیں

اے کاش کہ ان کے کان کھُلیں ، حق بات سمجھ میں آ جائے
جو جھوٹ کو سچا جانیں اور نفرت کو جفاؤں میں بدلیں

کب آنکھ سے تیری اوجھل ہے جو ظلم کی چکّی چلتی ہے
تُو دیکھے ظالم لوگوں کے ، دن رات سزاؤں میں بدلیں

طارقؔ ہے دعا وہ جلد آئیں دن ، حق آئے ، باطل جائے
پا جائیں صبر کا شیریں پھل ، سب درد جزاؤں میں بدلیں

❀❀❀

غزل

خود سر محبّتوں کا اکرام کچھ تو ہو
یا ہم پہ بے رُخی کا الزام کچھ تو ہو

اِس زندگی کے نغمے آواز دیں چلو
ہونے کا دیکھو رقصاں اقدام کچھ تو ہو

وعدوں پہ کیسے کر لیں ہم اعتبار یوں
جو کر چکے ہیں اب تک انعام کچھ تو ہو

قاصد کو جو دیا تھا پیغام کھو گیا
رستے میں جو تھا حائل بدنام کچھ تو ہو

دوڑا لئے بہت ہیں کاغذ کے اسپ سن
اب اِس سفر کا آخر انجام کچھ تو ہو

اُس نے یہ کب کہا تھا ؟ آسان ہے سفر
منزل پہ جا کے لیکن آرام کچھ تو ہو !

موقع جو وہ کبھی دے ہو جائے بات بھی
کم اس کی گفتگو میں دُشنام کچھ تو ہو

مدّت ہوئی کہ اس سے ہے راہ و رسم تو
انکار میں بھی اس کے اِبہام کچھ تو ہو

ہم چل پڑیں گے ملنے طوفان لاکھ ہوں
بھیجا کسی نے لیکن پیغام کچھ تو ہو

طارق گزار دی ہے اک عمر آس پر
اس کی رضا کا دل پر الہام کچھ تو ہو

❀❀❀

غزل

خدا کے بندوں کا جن کو خیال رہتا ہے
خدا کا ان کو بھُلانا محال رہتا ہے

نہ فکر ہوتی ہے اُس کی جو ہو گا آئندہ
نہ ان کو جو کِیا ، اس پر ملال رہتا ہے

جو پیش کرتے ہیں قربانیاں ضرورت پر
مقام دل میں انہی کا بحال رہتا ہے

ہمیشہ یاد جو احسان اُس کے رہتے ہیں
اُسی کا سامنے ، حسن و جمال رہتا ہے

سب اُس کی نعمتوں کا تذکرہ کروں کیسے
نہ حق ادا ہو یہ دل میں ملال رہتا ہے

کبھی تو خوف سے اڑتی ہے نیند بھی میری
کبھی نگاہ میں اس کا جلال رہتا ہے

مری فروتنی اور اس پہ اس کی دلداری
وہ مہربان ہمیشہ کمال رہتا ہے

چھلک کے اشکِ ندامت ، گرے جو آنکھوں سے
وہ اشک دل کو بھی میرے اجال رہتا ہے

خلوصِ دل سے محبّت کریں جو بندوں سے
خدا کے ایسے ہی بندوں کا کال رہتا ہے

اُٹھائے وسوسہ شیطان جب کوئی دل میں
یقیں خدا پہ ، مرا دل سنبھال رہتا ہے

نہیں غرور کوئی نیکیاں ہوئیں سرزد
گواہ اس پہ عرَقِ اِنفِعال رہتا ہے

وہ کیسے چھوڑے گا طارقؔ مجھے ، کہ اُس کے بغیر
وہ جانتا ہے کہ کیا میرا حال رہتا ہے

❀❀❀

غزل

جب ہوئے پہلے پہل ہم روبرو
دل کو جیسے بھا گیا وہ خوبرو

چاہتے تھے دیکھنا حسنِ بیاں
کم ہی کی اس نے مگر تھی گفتگو

تھا بڑا معصوم چہرہ ، با خبر
علم کی دیکھا اسے تھی جستجو

نام تھا مسرور ، چہرے پر خوشی
تھی رفاقت کی ہمیں بھی آرزو

سر جھکائے ہم ادب سے تھے کھڑے
گرم تھا گرچہ جوانی کا لہو

اس کا چہرہ تھا کہ ہالہ نُور کا
روشنی پھیلی ہوئی تھی چار سُو

انکساری ، مسکراہٹ اور وقار
گل کی ہیں پہچان اس کے رنگ و بُو

دل دیا چپکے سے اس کے ہاتھ میں
حُسن سے کیا عشق ہوتا دُو بدو

ہو گیا قُربان اُس پر اک جہاں
ذکر اس کا چل رہا ہے کُو بہ کُو

کیا تجھے طارقؔ وہ سب کچھ یاد ہے
بھول بھی سکتا ہے کیسے ، کیا وہ تُو

❀❀❀

غزل

لب پہ جب آئے ترا نام سکوں ملتا ہے
چین دل کو ، جو ترا ذکر کروں ملتا ہے

کھینچ لیتا ہے عدُو کو بھی جو اپنی جانب
وہ فقط تیری نگاہوں میں فسوں ملتا ہے

جسم و دل تیری ملاقات سے پاتے ہیں شفا
تجھ سے یہ فیض محبّت کے بدوں ملتا ہے

تیری صحبت میں جو آئیں ملیں انعام انہیں
یہ محبّت کا اثر سب سے فزُوں ملتا ہے

تیرا جو حکم بھی آ جائے وہ سر آنکھوں پر
تیرے عشّاق میں ایسا ہی جنوں ملتا ہے

تیری محفل میں جو آ جائے وہ پاتا ہے سرُور
نشّہ یاں سب سے یہ بے لاگ کہوں ملتا ہے

فیض جاری ہے خلافت کا ، خدا سے مانگو
جھولی پھیلاؤ ، کرو سر جو نگوں ملتا ہے

طارقؔ اس چشمۂ اصفٰی سے ملے آبِ بقا
جب بھی چاہوں اسے جی بھر کے پیوں ، ملتا ہے

❀❀❀

عید مبارک

یہ عید ایسی بہار لائے جو تیرے دل کو نہال کر دے
خدا کی رحمت عطا ہو تجھ کو ، مقام تیرا بحال کر دے

دوام پائے وہ مسکراہٹ ، لبوں پہ تیرے دکھائی دے جو
نوید جنّت کی لانے والے ، خدا ترے ماہ و سال کر دے

دعا یہ موسیٰ نے کی بھلا کیوں ، یہ سوچ کر شکر کر رہا ہوں
کہ لے کے مجھ سے مری نبوت ، مجھے محمد کی آل کر دے

میں تیری سیرت کا جلوہ دیکھوں تو اور تیرے قریب آؤں
قریب آؤں تو حسن تیرا بھی دور جانا محال کر دے

کوئی تو ہے تجھ میں بات ایسی کرامتوں کی صفات جیسی
کہ جس پہ تیری نظر پڑے اس کا ذرّہ ذرّہ جمال کر دے

نہ تیرے جیسا عمل کسی کا ، نہ علم ہی میں مقابلہ ہو
نہ گفتگو میں ہو کوئی ثانی ، خدا تجھے بے مثال کر دے

تجھے بھی طارقؔ اگر ہے خواہش ، کہ جانتی ہو تجھے بھی دنیا
تجھے بھی دنیا ٹھہر کے دیکھے ، تُو ایسا کوئی کمال کر دے

غزل

سارے عالم میں ہیں اب دوست بکھرتے جاتے
کاش حالات وطن کے ہی سُدھرتے جاتے

عید کے دن سبھی احباب ملا کرتے تھے
اب تو ہے فکر کہ جذبے ہیں یہ مرتے جاتے

آگے بڑھ کر ہوں بغل گیر یہ کب ہے ممکن
اب تو پہچان سے ہیں لوگ مُکرتے جاتے

ہم ابھی بھولے نہیں وقت کہ بیماری پر
ہو نہ زحمت ، کسی گھر میں تھے نہ ، ڈرتے جاتے

دل میں ہوتی تھی سدا یادِ خدا ، دست بہ کار
ذکر بھی کرتے تھے کچھ کام بھی کرتے جاتے

کوئی نکتہ بھی جو آ جاتا کبھی زیرِ بحث
آئینے دھلتے تو سب عکس نکھرتے جاتے

سخت نقّادوں کی محفل کا اثر ہے تجھ پر
یہ تکلف تو سخن میں نہیں برتے جاتے

ہے گلہ شکوہ اگر کوئی تو اظہار کرو
زہر خاموشی سے دل میں نہیں بھرتے جاتے

یاد ہے ایسے بھی ملتے تھے کبھی سادہ سے لوگ
قُرب میں پیار کے جذبات ابھرتے جاتے

طارقؔ اس دور میں بھی لوگ ابھی زندہ ہیں
جن کی صحبت میں ہیں اخلاق سنورتے جاتے

غزل

نویدِ صبح شبِ انتظار آئی ہے
نہ ایک بار خبر بار بار آئی ہے

نُمُو ملا ہے جو پتّوں کو اک شجر بن کر
اُسی کے دم سے خزاں میں بہار آئی ہے

ہوئی ہے روح معطّر بدن کے اندر تک
ہوا کے دوش پہ خوشبو سوار آئی ہے

جہاں وہ اترا خبر دے سفید منارہ
اٹھائے سیڑھیاں خلقت ہزار آئی ہے

اٹے تھے دھول سے کتنے دلوں کے آئینے
دھُلے ہیں ، ابر جو برسا ، پھوار آئی ہے

وہ باغبان جو اترا ہے آسمانوں سے
چمن کو اس کی توجّہ نکھار آئی ہے

بجھانے پیاس لئے کوزے اپنے ہاتھوں میں
ہجومِ تشنہ لباں کی قطار آئی ہے

رواں ہوئی ہے اُدھر کو ہی فوجِ پاک دلاں
اُڑا کے رستے پہ گرد و غبار آئی ہے

خبر جو آئی ہے طارق کہ آگیا ہے مسیح
مری تو کب سے تھکن سب اتار آئی ہے

”شبستانِ احمد کے روشن ستارو“

شبستانِ احمد کے روشن ستارو
ہدایت کے رہبر ہو تم میرے پیارو

ہو کوشش کہ اخلاق کو تم سنوارو
ذرا اپنے ماحول کو بھی سُدھارو

چمن میں تمہارے ہی دم سے ہے رونق
خزاؤں کے بعد آنے والی بہارو

بھٹکتی ہوئی ناؤ کا آسرا تم
سمندر کنارے کے روشن منارو

نہ رہ پائے دل میں غرور و تکبّر
ہوئی ہیں جو سرکش، اناؤں کو مارو

سخن سے تمہاری محبّت ہے اتنی
اسی پر ہمیشہ دل و جان وارو

ہیں اسرار قدرت کے تم پر جو کھُلتے
بتاتے ہو فطرت کے اے راز دارو

ہے نوکِ زباں تیز بھی گر تمہاری
محافظ گلوں کے بنو جاں نثارو

جو رکھّو خدا سے یہ امّید بھاری
تو بخشے بھی جاؤ گے سارے کے سارو

خدا تم کو اپنی حفاظت میں رکھے
پھلو پھولو گلشن کے سب آبیارو

دعا ہے یہ طارقؔ خدا فضل کر دے
تو جنّت میں پھر سے اکٹھے ہوں یارو

غزل

سکون ڈھونڈ رہا ہوں یہاں ملے گا کیا
زمیں کے بیچ کہیں آسماں ملے گا کیا

ہوائیں سرد ہیں پتّے ہیں زرد سہمے ہوئے
چمن کو پھر سے کوئی باغباں ملے گا کیا

اگر یہ راستہ منزل کو لے کے جاتا ہے
تو فکر کیوں ہے کہ اس کا نشاں ملے گا کیا

ہے رسم و راہ تمہاری شریر لوگوں سے
تو دور دور کہیں خانداں ملے گا کیا

تمہاری راہ میں آنکھیں بچھائے گی دنیا
اِدھر کو جاؤ تو اگلے جہاں ملے گا کیا

بھٹک کے عمر گزاری اِدھر اُدھر پھرتے
وہ راستہ ، ہے جہاں کہکشاں، ملے گا کیا

نصیب میں ہی نہیں ، یہ تو کوئی عذر نہیں
ہلاؤ ہاتھ نہ کھولو زباں ، ملے گا کیا

جہاں پہ سر کو جھکا کر مرادیں پوری ہوں
اگر نہ ڈھونڈو گے وہ آستاں ملے گا کیا

خدا نے کہہ دیا تو پوچھتے ہو کیوں طارقؔ
ملے گا ہم کو ولیکن عیاں ملے گا کیا

غزل

باندھ کر بند ، جو دریائے رواں باندھتا ہے
اس کی تعریفوں کے پُل ایک جہاں باندھتا ہے

قافیہ باندھ کے شاعر کو بھی ہو داد کی آس
منحصر اِس پہ ہے وہ کس کو کہاں باندھتا ہے

لوگ سنتے ہیں اسی کو جو توجّہ کھینچے
شعر پڑھتا ہے کہ دلچسپ بیاں باندھتا ہے

اُن سے رِفعت بھی عیاں ہوتی ہے دلداری بھی
کیسے کیسے وہ خیالات ، جواں باندھتا ہے

نرم لہجے میں دلائل پہ وہ رکھ کر بنیاد
بولتا ہے تو مقابل کی زباں باندھتا ہے

تم نے دیکھا نہیں مہتاب کو آنچل اوڑھے
وہ گلابوں کی حسیں رُت کا سماں باندھتا ہے

اس کے چہرے پہ تقدّس کی فضا ہے ایسی
جو اُسے دیکھے فرشتوں کا گماں باندھتا ہے

ہے کمال اس کا ہنر ، اس کی مہارت طارقؔ
دیکھنا کیسے وہ سرکش کی عناں باندھتا ہے

"دو ملیں اُنس تو انسان ہوا کرتے ہیں"

دو ملیں اُنس تو انسان ہوا کرتے ہیں
خُلق انسان کی پہچان ہوا کرتے ہیں

ناپنے کا اسے پیمانہ الگ ہے پھر بھی
ہاں محبّت کے بھی میزان ہوا کرتے ہیں

اُن کو اوزان میں تولا نہیں جاتا لیکن
پورا کرنے ہی کو پیمان ہوا کرتے ہیں

عہد پورا نہ کریں ، جھوٹ جو عادت کر لیں
وہ منافق ہی تو شیطان ہوا کرتے ہیں

جو کھڑے ہوتے ہیں جنتا کی حفاظت کے لیے
مہرباں ان پہ ہی بھگوان ہوا کرتے ہیں

دعویٰ ہوتا ہے حکومت کا سبھی کو لیکن
عدل کرتے ہیں جو سلطان ہوا کرتے ہیں

بر محل فیصلے کرنا بھی ہے دانش مندی
ورنہ قوموں کو بھی نقصان ہوا کرتے ہیں

آئے طارقؔ سبھی کچھ دیر ہیں سستانے کو
جو چلے جاتے ہیں مہمان ہوا کرتے ہیں

❀❀❀

غزل بر مصرعِ طرح
"وہ دن وہ سال مہینہ تو یاد ہو گا تمھیں"

چھپا رہا جو دفینہ ، تو یاد ہو گا تمھیں
ملا تمھیں جو خزینہ، تو یاد ہو گا تمھیں

کسی طرح سے ہو رزقِ حلال تم کو نصیب
بہا جو خون پسینہ تو یاد ہو گا تمھیں

تمہارے نام سے چہرے پہ رنگ کھلتے تھے
وہ ایک شخص نگینہ تو یاد ہو گا تمھیں

وہ جس کے پیچھے لڑائی ہوئی تھی لڑکوں میں
وہ نام اس کا حسینہ تو یاد ہو گا تمھیں

ملے تھے جس پہ سرِ شام ، بام پر اُس سے
بڑا سا ایک سفینہ تو یاد ہو گا تمھیں

وہ جس پہ بیٹھ کے سوچوں میں شام ہوتی تھی
تمہارے گھر کا وہ زینہ تو یاد ہو گا تمہیں

وہ جاتے جاتے بھی اک بار ملنے آیا تھا
"وہ دن وہ سال مہینہ تو یاد ہو گا تمہیں"

زباں سے لفظ نکلتا تھا جو سلیقے سے
ادائیگی کا قرینہ تو یاد ہو گا تمہیں

نہ سوچنے پہ بھی طارقؔ اُسی کی یاد آئی
وہی! ، وہ شہر مدینہ تو یاد ہو گا تمہیں

"ایک مَدرَسے کے فارغ التحصیل کی فریاد"

مَدرَسے نے جو سکھایا ہے بھُلاؤ نہ ہمیں
نفرتیں سیکھی ہیں ، تم پیار سکھاؤ نہ ہمیں

روشنی آنکھ میں چبھتی ہے ، جلاؤ نہ دیا
رات باقی ہے تو سونا ہے ، جگاؤ نہ ہمیں

ہم کو ماضی کے فسانوں پہ ابھی جینا ہے
بات کل کی نہ کرو ، آج ڈراؤ نہ ہمیں

ہم نے دنیا کو محبّت کا سبق دینا ہے
بھول جانے دو سبق ایسے پڑھاؤ نہ ہمیں

کیا تھے اسلاف ہمارے ، ہیں بنے ہم کیا کیا
سارے قصّے ہیں انہیں یاد دلاؤ نہ ہمیں

جن سے نفرت ہے ہمیں پیار کریں وہ ہم سے
کھینچ لیں ایسے محبّت کے الاؤ نہ ہمیں

یہ تو پھیلے گا جہاں بھر میں بزورِ شمشیر
دیں سکھاتا ہے محبّت ، یہ بتاؤ نہ ہمیں

مصلحت دیکھ کے ہم جھوٹ سے کب باز آئیں
سچ کا ہر حال میں رستہ تو دکھاؤ نہ ہمیں

دین میں شرّ و بغاوت بھی ہے ، لازم ہے فساد
کام تم ان کے بِنا کر کے ، بناؤ نہ ہمیں!

نام لیتے ہو خدا کا ، کبھی پڑھتے ہو نماز
پڑھ کے تم صلِّ علی طیش دلاؤ نہ ہمیں

ہم کو معلوم ہے جب ختمِ نبوّت کیا ہے
بس یہی کافی ہے تفصیل بتاؤ نہ ہمیں

قتل و غارت کی اجازت ہمیں سرکار نے دی
کام وہ جس سے شفاعت ہو بتاؤ نہ ہمیں

❀❀❀

محبّتوں کے ترجماں بنو ، خدا ہو مہرباں
نہیں پسند ہے اُسے، ہو نفرتوں سے پُر زباں

تمہارے دل کے نُور سے ہو سیدھا راستہ عیاں
جہاں میں پھیلے روشنی اِدھر اُدھر، یہاں وہاں

عجب ہے گر تضاد ہو تمہارے قول و فعل میں
زباں پہ ہو سلام دل میں بغض ہو مگر نہاں

ہے دل تمہارا جل رہا حسد کے کیوں بخار سے
بجھاؤ دل کی آگ ، رکھ کے شُکر کی ہی پٹّیاں

جو آب توبہ کا ملے ، گناہ سب بہائے گا
تو دھو کے دل ، نجات کا یقین ہو ، نہ ہو گماں

رضا ملے گی جب تجھے خدا کی بندۂ خدا
زمیں بھی ہو گی مہرباں ، جھُکے گا تجھ پہ آسماں

گماں ہے تیرا یہ فقط ،شجر کو وہ بچائے گا
پرندے خود جلانے لگ گئے ہیں جب کہ آشیاں

ہے طارقؔ آخری بقا کا ایک آسرا بچا
دعا کرے ترے لئے غلامِ مہدئ زماں

❀❀❀

غزل

دل کی دنیا نراش کرتے ہیں
ہم محبّت تلاش کرتے ہیں

کوئی حسرت اگر نہیں باقی
کاہے پھر کاش کاش کرتے ہیں

جب کسی پر اٹھاتے ہیں پتھر
کتنے دل پاش پاش کرتے ہیں

کیوں نہ رکھیں کسی کے سر پر ہاتھ
کیوں اسے بد قُماش کرتے ہیں

سرد مہری کے ہوں رویّے تو
جیتے جی سب کو لاش کرتے ہیں

بند کرتے ہیں آنکھ یہ کہہ کر
سانحے دل خراش کرتے ہیں

ظلم دھرتی کے سینے پر ہوں جو
دل میں اک ارتعاش کرتے ہیں

بزدلی کا سبق نہ دیں گر آپ
رستموں کی تراش کرتے ہیں

طارقؔ اتنے ستم بھی سہہ کر ہم
زندگی شاد باش کرتے ہیں

❁❁❁

نصیب۔۔۔۔

اسی کے ہاتھ میں سب فیصلہ عطا کا ہے
نصیب کیا ہے اگر حکم سب خدا کا ہے؟

کسی کو عقل دی اور رزق کی کمی کردی
کسی کے گھر میں خوشی اور کہیں غمی کر دی

کوئی دو وقت کی روٹی کو بھی ترستا ہے
کوئی نہ کچھ بھی کرے , گھر میں دَھن برستا ہے

کسی کو روز ہی مزدوری کرنی پڑتی ہے
طلب ہے جسم کی جو پوری کرنی پڑتی ہے

کسی کے گھر میں ہے اولاد کی فراوانی
کہیں پہ بے ثمر ہونے کی ہے پریشانی

ہے بادشاہ کا فرزند حکمران ہے وہ
اور اک غریب ہے جو بے سر و سامان ہے وہ

کسی نے خوب کہا علم ہی نہیں اچھا
ہے مال و دولت و صحت بھی تو بہ فضلِ خدا

نصیب ہاتھ سے اچھا کوئی بناتا ہے
خدا کے فضل سے گھر میں کسی کے آتا ہے

وہ ابتلا سے اگر آزمائے صبر کرو
ملیں جو نعمتیں اس سے تو ان کی قدر کرو

خدا کے سامنے جھک جائیں تا ہو وصل اُس کا
کہ خوش نصیب تبھی ہوں اگر ہو فضل اُس کا

جو ہاتھ پیر ہلاؤ گے آزماؤ گے
نصیب اچھے بھی طارقؔ ضرور پاؤ گے

"نہ برق گر کے ترا آشیاں بھسم کر دے"

خرد کو روشنی دے ، تجھ پہ وہ کرم کر دے
کہ سیدھی راہ پہ تیرا خدا قدم کر دے

جو دل سے غیر کی الفت کو تُو عدم کر دے
تو اپنا پیار وہاں خود خدا رقم کردے

جو راہِ حق پہ چلے گا اسے نہ چھوڑے گا
تُو اپنے زعم میں چاہے بہت ستم کر دے

دکھا کے راستہ پھر چھوڑ دے بھٹکنے کو
نہ برق گر کے ترا آشیاں بھسم کر دے

کسے یہ حق ہے کرے اعتراض مالک پر
عرب کے نور سے روشن مہِ عجم کر دے

میں کس طرح سے یہ پیغام دوں تمہیں آخر
خدا کی بات جو تیرے لئے اہم کر دے

خدا نے ایسا زمانہ دیا مسیحا کو
کیا جو سیف نے وہ کام اب قلم کر دے

کہیں نہ عمر گزر جائے فیصلہ کرتے
شعور فیصلے کا تجھ کو وہ بہم کر دے

تری وہ روح کے زخموں پہ آ رکھے مرہم
کہ دور سارے ترے وہ غم و الَم کر دے

ہو چشمِ بینا عطا سب کو ہے دعا طارقؔ
وہ سب کا رہنما اس دور کا حکَم کر دے

❀❀❀

غزل

رہ گزارِ عشق پر کیا نقشِ پا ہوتا نہیں ؟
کیوں نکلنے کا سفر پر حوصلہ ہوتا نہیں!

جانے کیوں مجھ کو رہی ہے اس قدر شرمندگی
ہر کسی سے پیار کا وعدہ وفا ہوتا نہیں

درد کے اظہار سے مانع نہیں زخمِ جگر
قتل بھی کر دے اگر دنیا میں کیا ہوتا نہیں

کیا تمہیں وہ اقتداری معجزہ دکھلائے گا
ختم کر کے جو اَنا ، اُس میں فنا ہوتا نہیں

آئینے کے روبرو ہونے کی حاجت کیا مجھے
ہر گھڑی ، کیا اُس کا میرا سامنا ہوتا نہیں

ڈوب جائے ، یا کنارے اتفاقاً جا لگے
جب کسی کشتی کا کوئی ناخدا ہوتا نہیں

کچھ خوشی دینا اسے مقصود ہے دل کو تِرے
بے وجہ رنج و الم پیہم عطا ہوتا نہیں

آنا جانا ابتدا سے ہی یہاں دستور ہے
کون کہتا ہے جو ملتا ہے جدا ہوتا نہیں

عرش سے اترا زمیں پر مجھ سے ملنے کے لئے
کون کہتا ہے جہاں میں معجزہ ہوتا نہیں

کھو نہ جانا اس قدَر دنیا میں طارقؔ ، بھیڑ ہے
بھول جاتا ہے وہ جس کا رہنما ہوتا نہیں

خطبۂ جمعہ سُن کر۔۔۔۔

ہم لہو اپنے شہیدوں کا گنوا دیں نہ کہیں
صبر کرنے کا ہے ارشاد، بھُلا دیں نہ کہیں

گو بہت نقش ، حسیں چہرے ہیں دل پر سب کے
یادِ ایّام کو ، حالات ، مٹا دیں نہ کہیں

سینچ کر گلشنِ احمد کو کئی جاں سے گئے
بھولنے ایسے شہیدوں کی وفا دیں نہ کہیں

ہے عدالت تو وہی ، عدل کی امید ہے کیا
پھر سے منصور کو سُولی کی سزا دیں نہ کہیں

ہم نے بچنا ہے اگر ڈھال کے پیچھے سے لڑیں
حکمِ سالار میں کچھ اپنا ملا دیں نہ کہیں

نیکیاں کر کے رکھیں ، فضل کی اُس سے ، امّید
یہ نہ ہو ڈر کے مجھے آگ لگا دیں نہ کہیں

زندگی بھر رہیں تقوٰی کی روش پر قائم
اپنے اسلاف کے اطوار بھُلا دیں نہ کہیں

ہم نے ورثے میں جو پائے ہیں خزانے بھاری
ان کو المار ی میں رکھ کر ہی سجا دیں نہ کہیں

صبر کے ساتھ دُعا ، پر ہو بھروسہ طارقؔ
ہے توکّل کا جو معیار، گرا دیں نہ کہیں

”دیے لہو کے جلاتے چلے گئے عشّاق“

وفا کے پتلے تھے معصوم اور عدو چالاک
دیے لہو کے جلاتے چلے گئے عشّاق

خوشی بھی چند دنوں کی ہے ظالموں کے لئے
حساب ان کا بھی ہو گا تو ایک دن بے باق

جو جان دیتے ہیں زندہ ہمیشہ رہتے ہیں
خدا کرے کہ کبھی ان کو ، یہ بھی ہو ادراک

شہید ہو کے سکھایا ہے زیست کا رستہ
عمل سے زندگی پانے کے دے گئے اسباق

زمین جن کے لہو سے نہا کے ہے رنگیں
گواہ ان کی شہادت پہ ہو گئے افلاک

ہے مرنے والا تو رب کی رضا کی جنّت میں
پڑے گی مارنے والو ! تمہارے منہ میں خاک

جو دل کے پاک ہیں ، سچے خدا کے ہیں بندے
وہ جانتے ہیں ارادے تمہارے ہیں نا پاک

ہمیں یقین ہے طارقؔ ، کبھی نہ چھوڑے گا
خدا کرے گا گریبان ، دشمنان کے چاک

غزل

دور دل سے ، ہے اگر کوئی غلط فہمی، کر دے
کوئی صدمہ ، مری رفتار نہ دھیمی کر دے

اس لئے سرد نہیں ہوتے ہیں جذباتِ مرے
آتشِ عشق مری زیست میں گرمی کر دے

سخت لہجے میں ہو گفتار ، مناسب ہی نہیں
گفتگو ایسی نہ ہو ، دل کو جو زخمی کر دے

دل ہوئے سخت ہیں ، سننے کو جو تیّار نہیں
اے خدا ، اُن کو بدل دے ، ذرا نرمی کر دے

یہ نہ ہو دیکھتے رہ جائیں ، گنوا دیں موقع
فیصلہ اِن کی سزا کا نہ وہ حتمی کر دے

پیار ہے تجھ سے ، مگر ڈر بھی یہ لگتا ہے بہت
تُو کہیں مجھ سے تعلّق کو نہ رسمی کر دے

بے یقینی کا اثر ایسا ہوا ہے دل پر
میرا ماحول کہیں مجھ کو نہ وہمی کر دے

ایک ہی خوبی ہے طارقؔ میں ، تجھے چاہتا ہے
دُور اُس کو نہ ، سمجھ کر اِسے خامی ، کر دے

❀❀❀

غزل

سخن بے تار برقی سے ملا ہے
کتابوں سے کہاں اب رابطہ ہے

نہ زحمت دے کوئی ذہنِ رسا کو
بزرگوں سے مِلا جو کچھ مِلا ہے

یہاں دُکھ سُکھ ہیں جیون کی علامت
جو زندہ ہے ، انہی میں مبتلا ہے

ہے رستے میں اگر شیطان بیٹھا
کوئی بتلائے کس کی یہ خطا ہے

عبادت اُس کی کرنا کیوں ہے مشکل
خُدا نے گر ہمیں پیدا کیا ہے

ہماری ایک منزل ہے تو کیسے
ہمارا راستہ سب سے جُدا ہے

ہمارا جینا مرنا اُس کی خاطر
ہمیں طارقؔ فقط اتنا پتا ہے

❀❀❀

غزل

چراغِ دل جلا ! مقصودِ جاناں تک رسائی ہو
نگاہِ شوق نے آتش محبّت کی لگائی ہو

لبوں پر حمد جاری، دل کی ہر دھڑکن ہو سجدے میں
خیالوں نے تری ہی یاد کی محفل سجائی ہو

مسافت ختم ہو جائے، انا کا بوجھ گر جائے
رگِ جاں میں اگر اک التفاتِ کبریائی ہو

خودی کا بھی قفَس چھُوٹے، نفَس کا تار بھی ٹوٹے
سنائی دے صدا تجھ کو مبارک یہ رہائی ہو

بہیں اشکوں کے دریا جب ، گناہوں کی تہیں دھو دیں
کہ ہر سجدے میں دل کے سارے خانوں کی صفائی ہو

سماعت کے لئے خلوت میں گونجے سازِ تنہائی
لبوں سے ہو طلب رُخصت ، جو اُس سے آشنائی ہو

یہ دنیا دھوپ کا صحرا، وہ سایہ عرش کا مہدی
قدم جب تھک کے بیٹھیں، ذکر کی جلوہ نُمائی ہو

نہ باقی رہ سکے پردہ، نہ کوئی فاصلہ باقی
جو ہو دیدار کا لمحہ، مقامِ انتہائی ہو

خدایا یوں اترتے ہی رہیں مضمون طارقؔ پر
شناسا گر تری ، میرے قلم کی روشنائی ہو

غزل

لہو سے ہو گئے رنگیں چمن کے گل ، تو لہرائے
زمیں روئی، فلک لرزا، مگر ظالم نہ باز آئے

لہو میں ڈوب کر آئی صدا ، اللہُ اکبر کی
کہ ہر قطرے کی خواہش ہے زمیں پر دیں کو پھیلائے

تمہیں ہر آہ کھینچے گی برُو ئے داوَرِ محشر
ہماری مسکراہٹ پر کہاں قدغن لگا پائے

چراغِ زندگی تم نے بجھانے کی تو ٹھانی ہے
لکھے گا خون تاریخوں میں ، سوچا بھی ! ہے کیا رائے

یقیں کی روشنی معصوم چہروں پر نظر آئی
دلوں کو مضطرب کرنے وساوس تو بہت آئے

یہ خاموشی نہیں، ہونٹوں پہ شعلے بولتے ہیں اب
تمہاری بے حسی پر آسماں پتھر نہ برسائے

لرز اٹھتی ہیں بنیادیں ، کسی بھی تختِ باطل کی
خدا کا غیظ جب بھڑکے ، غضب کی آگ دہکائے

رگوں میں ہے ہماری حق کی خاطر جان دے دینا
نہیں معلوم اُس کو گر ، عدو کو کوئی سمجھائے

مہکتے ہیں زمین و آسماں خوشبوئے ایماں سے
یہاں پر جان دینے سے ، نہ طارقؔ ، کوئی گھبرائے

غزل

ذکرِ حسن و جمال کرتے ہو
جُراَتِ قیل و قال کرتے ہو

اس زمانے میں سچ کو سچ کہہ کر
اپنا جینا محال کرتے ہو

یاد کر کے اُسے ، ہے یہ الزام
قوّتِ جاں ، بحال کرتے ہو

پیروی کر کے اُس کی خُود کو کیوں
اس قدَر خوش خصال کرتے ہو

دیکھ کر تازگی گلابوں کی
خوب دل کو نہال کرتے ہو

اس سے نظریں ملا نہیں پاتے
روبرو جب سوال کرتے ہو

اپنی صورت تو دیکھ لی ہوتی
آرزوئے وصال کرتے ہو

چاند، سورج سے پوچھ کر دیکھو
کیوں عروج و زوال کرتے ہو ؟

کیا بتاؤں کہ میرے سپنوں میں
کیا مرا ، آ کے ، حال کرتے ہو

سامنے جب مرے نہیں ہوتے
جان میری نڈھال کرتے ہو

دیکھنا بھی ہے ، تابِ دید نہیں
تم بھی طارقؔ کمال کرتے ہو

❀❀❀

جس نے پیدا کیا ، اُس کو ہی بھُلایا تم نے
قُرب کا اونچا مقام اپنا گنوایا تم نے

کیوں ہے سجدہ کِیا ، سورج کو ، کبھی پتھر کو
کیوں خدا ہے ، کبھی انساں کو بنایا تم نے

کیا نہیں رحم کا مادہ کوئی دل کے اندر
پوچھا جائے گا یہ ، کیوں خون بہایا تم نے

کیا کوئی اور حسیں اُس کے مقابل دیکھا
کیوں کسی اور سے پھر دل کو لگایا تم نے

اسفل السّافلیں ٹھہرا جو وہ پستی میں گرا
رُتبہ مسجودِ ملائک کا گرایا ، تم نے

بیٹھ کر ریت پہ ساحل کی، کوئی نام لکھوں
پھر لڑوں لہروں سے کیوں اس کو مٹایا تم نے

تم کو انسان کہوں یا تمہیں شیطاں جانوں
کام ابلیس کا ، انساں سے کرایا تم نے

اُنس جس میں نہ ہو طارق اسے انساں نہ کہو
اس حقیقت کو ، ارے لوگو ، بھُلایا تم نے

❁❁❁

ایک غزل۔۔۔ محمدّ ابراہیم سرورؔ کے نام

ہے سخن میں یوں تو اک دفتر چھپا اسرار کا
ڈھنگ سرورؔ کی طرح آتا ہے کب اظہار کا

آپ ابراہیم بن کر چھا گئے ہیں ہر طرف
آپ سے دریا رواں ہے کُو بہ کُو انوار کا

آپ کے اشعار نیکوں کے لئے ہیں رہنما
بن گئے ہیں اک نمائندہ سبھی ابرار کا

آپ کے الفاظ بن جاتے ہیں سب تیر و تفنگ
حشر کرتے ہیں جو حملہ ہو کبھی اشرار کا

آپ ہی ثابت کریں گے جان ودل سب وقف ہیں
امتحاں ہو گا کبھی جب آپ کے اقرار کا

خوں لگا کر ہو شہیدوں میں ہمارا بھی شمار
مل گیا موقع تری تعریف میں اشعار کا

انکساری عاجزی ہیں خلق تیرے سب بلند
کچھ نظر آتا نہیں رُخ ، ذات کے پندار کا

ایک سلطاں کے ہوئے طارقؔ ہیں سب مل کر نصیر
حق ادا کرتے قلم سے ہیں سبھی انصار کا

اپنی مرحومہ بہن شہناز قمر عرف "باجی بِلّا" کے نام۔۔۔۔
(وفات ۳ فروری ۲۰۲۵)

میری پیاری ! "باجی بِلّا" ، ہو گئی مجھ سے جُدا
چاہتا ہوں آج کچھ اس کا کروں میں تذکرہ

میری بہنا ! عمر میں چھوٹی تھی مجھ سے تُو مگر
ذکر اخلاقِ حمیدہ کا ترے ، ہے پُر اثر

مسکراہٹ کا تری چرچا رہا بر ہر زباں
تیرے اوصافِ کریمانہ کا گرویدہ جہاں

ذائقہ بچپن سے تُو نے گو دکھوں کا تھا چکھا
پر خدا کے ہاتھ نے سنبھال کر تجھ کو رکھا

غیرتِ دینی ، خلافت سے محبّت ، تیرے وصف
دین کے کاموں کی خاطر تُو نے رکھا خود کو وقف

تیری مہمانی کے بِن گھر سے کوئی جاتا نہ تھا
چاہنے والوں کو گھر دوجا کوئی بھاتا نہ تھا

حسن و احساں کی بڑی دلکش تُو اک تصویر تھی
تُو یقیناً اپنی ماں کے خواب کی تعبیر تھی

تیرے خاوند کو جوانی میں ملا عہدہ کمال
آزمائش تھی بڑی اس کا ہوا تھا جب وصال

پے بہ پے صدمات نے گو کر دیا تجھ کو نڈھال
تربیّت بچّوں کی کرتی تھی مگر تجھ کو نہال

علم کے زیور سے تُو نے سب کو یوں چمکا دیا
تیرے گلشن کو ترے پھولوں نے پھر مہکا دیا

تھا ترا کردار ، عورت کے لئے عمدہ مثال
اپنی شاگردوں کی خاطر تُو سدا تھی جیسے ڈھال

تیرے بچوں نے کمی محسوس کی کب باپ کی
پڑ گئی عادت انہیں شفقت تری کی ، چھاپ کی

موصیہ بن کر عمل تیرا رہا اس پر گواہ
تیرے قدموں کے تلے بچوں نے پائی تھی پناہ

تیرا جنّت میں فرشتوں کو بھی ہو گا انتظار
اس لئے جانے کی خاطر ، دل ترا تھا بے قرار

باجی بلّا نام سے معروف تھی وہ ہر جگہ
تھی قمر ، شہناز ، نازوں سے رہے وہ دلرُبا

پیار وہ کرتی تھی تجھ سے ،بخش دینا اے خدا
اک جگہ تھوڑی سی ، قُربِ عرش دینا اے خدا

ہیں ترے بندے ، ہے مالک تُو ، ہے تجھ سے التجا
ہم سدا راضی رہیں مرضی پہ تیری اے خدا

❁❁❁

”بھابی امتہ الشّکور ہاشمی مرحومہ اہلیہ برادرم میجر عمر ہاشمی
صاحب کی یاد میں۔۔“

پیارا سا اک وجود جو امتہ الشکور تھیں
ہنس مکھ تھیں ، با وقار ، مجسّم وہ نُور تھیں

ہمدردیاں تھیں دل میں یوں سارے جہان کی
سب کے دکھوں سے غمزدہ رہتی ضرور تھیں

شوہر سے کاٹی لمبی جدائی بھی صبر سے
جیسا تھا نام ویسے عمل سے شکور تھیں

بچوّں کی تربیّت کا ہمیشہ رہا خیال
پردے میں ، اک ادارۂ فکر و شعور تھیں

پنے خدا پہ اُن کو توکّل عجیب تھا
جھکتیں ہر ایک حال میں رب کے حضور تھیں

دلدادہ ابتدا سے رہیں ایم ٹی اے کی وہ
سن سن کے خطبے ، نظمیں وہ پاتی سرور تھیں

کرتی تھیں شکر دیکھ کر مہمان کو ہمیش
تھیں صاف گو ، تصنّع کی عادت سے دور تھیں

تھیں عہدے دار ، صائب الرّائے ، تھیں باعمل
ہر حال میں خدا کی شکور و صبور تھیں

تھیں منکسر مزاج میں ، پر دل کی بادشاہ
قانع تھیں ، احمدی مگر وہ پُر فخُور تھیں

بہنوں سے بھائیوں سے محبّت کا تھا سلوک
اور بچیوں سے دوستی رکھتی ضرور تھیں

تبلیغ کے لئے عجب اک جوشِ دل میں تھا
رہتیں وہ سلسلے کی محبّت میں چُور تھیں

مایوسیوں کو مسکرا کے دیتی تھیں شکست
تاریک شب میں صبح کا روشن ظہور تھیں

پڑھنے سے ان کی ذات کو ملتی ہے روشنی
وہ خود جلی حروف میں لکھی سطور تھیں

عجلت میں یوں گئیں کہ بلاوا ہے آ گیا
جنّت سے جیسے اتری ہوئی کوئی حور تھیں

رخصت ہوئیں دلوں کو وہ رنجُور چھوڑ کر
مسرور پر وہ جا کے خدا کے حضور تھیں

طارقؔ خدا کے قرب میں ان کو جگہ ملے
جس کے لئے رہیں وہ عمر بھر غیور تھیں

ایک ہلکی پھلکی غزل شازین بیگ کے نام،
برمصرعِ طرح

" قلزمِ الفت میں لہروں کی روانی دیکھ کر "

قلزمِ الفت میں لہروں کی روانی دیکھ کر
کیوں ہوئے حیراں بڑھاپے کی نشانی دیکھ کر

ابتدائی شعر پڑھ کر سارے عاشق خوش ہوئے
اوّل اوّل کی محبّت کی کہانی دیکھ کر

نیم سے برطانوی شاعر کی سن کر گفتگو
محوِ حیرت ہیں زباں دانی ، روانی دیکھ کر

دیکھ کر انداز ان کا یاد آ ئے لکھنؤ
یا اثر دلّی کا ہو گا ، راجدھانی دیکھ کر

فارسی پیدا ہوئے ، ہے مادری اردو زباں
رشک آتا ہے عرب لہجہ زبانی دیکھ کر

ان کو خطّاطی ملی ورثے میں اُس پر شاعری
کی دعا ان کے لئے ، ان کی جوانی دیکھ کر

ایک مہماں تھے انہیں حقّے سے بھی تھا کچھ شغف
فکر تھی ان کی ہمیں عادت پرانی دیکھ کر

میکدے میں گھُس کے چہرے پر کئی آئے سوال
خوش ہوئے کب سامنے اپنے وہ پانی دیکھ کر

کیسے سمجھاتے انہیں طارقؔ کہ ہم ہیں اور لوگ
کیوں پریشاں ہو ہماری زندگانی دیکھ کر

تفنّنِ طبع کے لئے ایک ہلکی پھلکی غزل

اس قدر چہرے پہ اس کے نور ہے
روک بن سکتی نہیں پر چھائیاں

جیسے جیسے اس کا گھر آئے قریب
اور مشکل ہو گئیں چڑھائیاں

اپنی دُھن میں ہر کوئی جو مست ہے
دُور ہوں کیسے بھلا تنہائیاں

شب کی دلہن نے بھری تاروں سے مانگ
یاد آتی ہیں اسے شہنائیاں

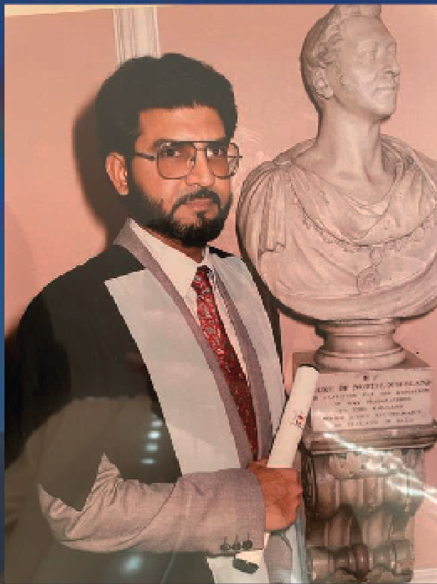
سوتے سوتے خواب دیکھیں کب تلک
زندگی لیتی ہے اب انگڑائیاں

میری باتوں کو ذرا سُن ، غور سے
آئیں گی تجھ کو نظر گہرائیاں

طارقؔ　آزادی　مقدّر　ہے　ترا
کب　تجھے　پابندیاں　راس　آئیاں

❀❀❀

اختتام



ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ ایف آر سی ایس کی ڈگری لینے کے بعد رائل کالج آف سرجنز آئرلینڈ ڈبلن۔

نومبر ۱۹۹۲

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چندماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آگئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد 1970 میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے 1975 میں ایف ایس سی کیا۔ 1982 میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ 1990 میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آگئے۔ یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ، مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آکر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ 2020 سے کیا۔ اس سے قبل ان کے درج ذیل مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

1۔ لبِ گرداب 2۔ چاک دامانِ جنوں 3۔ ہم قدم، دم بدم 4۔ در آئینہ صفِ دوستاں

5۔ نصیبِ چارہ گری 6۔ بازگشت 7۔ چیتم بن من سونا 8۔ روزنِ خانۂ دل

9۔ سرنامۂ نور 10۔ دربارِ خلافت میں نذرانۂ عقیدت و محبت ۱۱۔ ایک اور ایک گیارہ ۱۲۔ بر شگالِ نُور

۱۳۔ گمان سے یقین تک ۱۴۔ رنگِ وفا دیکھو تو ۱۵۔ آئینہ ابرار کا ۱۶۔ سخن سمندر ۱۷۔ منت کشِ دعا